عہدِ نبوی اور خلافتِ اسلامی میں وصیت کی روایت

پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

وصیت کی سماجی روایت بہت قدیم ہے اور غالبًا تمام انسانی معاشروں میں چلی آرہی ہے۔قرآن مجید نے اس سماجی اور دینی رواج کا سلسلہ کم از کم حضرت نوح علیہ السلام کی ذات گرامی سے جوڑا ہے۔ دوسرے انبیاء کرام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی وصیت کا بیان اور عام وصیتِ انبیاء کرام کے ضمن میں حضرات موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی وصیتوں کا ذکر آیا ہے۔انبیاء کرام کی عام وصیتوں کی نوعیت خالص دینی ہے۔ انہوں نے اپنے فرزندوں، جانشینوں اور پیروؤں کو دین خالص پر مضبوطی سے قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔ یہ درحقیقت اسلام پر جینے مرنے اور اسی کے مطابق زندگی کرنے کی وصیت تھی۔(بقرہ-۱۳۲؛شوریٰ-۱۳)

دینِ اسلام پر قائم رہنے اور اللہ تعالی کی خالص عبادت کرنے کی وصیت صرف دینی اور مذہبی نظر آتی ہے، مگر اسلام اور عبادت کے وسیع تر مفہوم کو لیا جائے تو اس میں تمام میدانِ حیات بالواسطہ سہی شامل ہوجاتے ہیں؛ لیکن اگر صرف اسے عام معنی میں دین ہی کی حد تک محدود رکھا جائے تب بھی وصیت کی روایت کی قدامت ثابت ہوجاتی ہے۔دوسرے مآخذ مثلاً حدیث، سیرت اور تاریخ وغیرہ سے وصیت کی سماجی ریت کی نہ صرف تصدیق وتائید ہوتی ہے؛ بلکہ وصیت کی مختلف جہات کا بھی پتا چلتا ہے۔آئندہ صفحات میں عہد نبوی اور خلافت اسلامی میں اس روایت پر کسی قدر تفصیل سے گفتگو ہوگی۔

دین حنیفی میں وصیت

قرآن مجید کے واضح بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

اپنے فرزندوں کو وصیت کی تھی۔ ان میں حضرات اسمٰعیل واسحاق علیہما السلام شامل تھے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں فرزندان ابراہیمی نے بھی پدری روایت کو جاری رکھا۔ نسلِ اسحاقی میں حضرت یعقوب بن اسحاق علیہما السلام کی وصیتِ فرزندان کا واضح قرآنی ذکر اس کی تائید کرتا ہے۔ نسلِ اسماعیلی میں بھی روایت ابراہیمی جاری رہی، اگرچہ اس کا ذکر بہت واضح الفاظ میں کم از کم قرآن مجید میں نہیں ملتا۔ عربوں - جاہلی عربوں - میں روایتِ وصیت بہت مستحکم تھی۔ اس سے یہ بہرحال واضح ہوتا ہے کہ وصیت کی سماجی اور دینی روایت نسل ابراہیمی میں کبھی منقطع نہیں ہوئی تھی۔ عرب جاہلی کی تاریخ سے اس کے ثبوت فراہم کئے جاسکتے ہیں۔

جاہلی تاریخ کے ایک قدآور شخص قصی بن کلاب کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے خسر حلیل بن حُبشیہ بن سلول خزاعی نے اپنی دختر حبّیٰ کی شادی قصی سے کی تو دختر کے اکرام واعزاز میں قصی بن کلاب کے حق میں تولیتِ کعبہ (سدانۃ البیت) کی وصیت کردی تھی۔ دوسری روایات یہ بتاتی ہیں کہ حلیل نے اپنے فرزند المحترش کو اپنا وصی بنایا تھا اور مؤخر الذکر نے قصی کی طلب پر ان کو تولیت کعبہ کا منصب بخش دیا تھا۔ قصی بن کلاب کو وصی بتانے والی روایات اس کی توجیہ کرتی ہیں کہ محترش فرزند حلیل ضعیف دماغ تھا، لہٰذا فرزند کے بجائے داماد کو وصی بنایا گیا۔ لیکن قصی بن کلاب کی وصیت کی روایات یا بعض روایات ضعیف قرار دی گئی ہیں کہ کلمہ ''یقال'' (کہا جاتا ہے) سے بیان کی جاتی ہیں۔ عربوں میں داماد کو وصی بنانے کی روایت بھی نہیں تھی۔[۱]

متأخر اور جدید سیرت نگاروں میں سے بیش تر نے قصّی کی وصیت اور تولیت کعبہ کی روایت تسلیم کی ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ خاندانِ رسالت کے شرف سے اتنے متأثر ومغلوب ہیں کہ تحقیق وتنقید کی ضرورت ہی نہیں محسوس کرتے۔ مولانا مودودیؒ نے دونوں طرح کی روایات پیش کی ہیں اور قاضی سلیمان منصور پوری وغیرہ نے تولیت کی خرید کا قصہ بیان کیا ہے۔ بہرحال متعدد حضرات نے قصی کے وصی خسر ہونے کا ہی ذکر کیا ہے اور اسی کو امر واقعہ اور صحیح ترین روایت سمجھا ہے۔ مولانا

ادریس کاندھلویؒ نے قصی کی ایک وصیت کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے اپنے فرزندوں کو صحیح دین کے باب میں کی تھی۔ [۲]

اسی طرح قصی بن کلاب کی وصیت کا ذکر کیا جاتا ہے کہ مرتے وقت انہوں نے سارے مناصب اپنے فرزند اکبر عبدالدار کے حوالے کر دئے تھے اور دوسروں کو کچھ نہیں دیا تھا، جس کے نتیجے میں فرزندان عبدمناف نے جنگ کی تھی اور اپنا حق پایا تھا؛ لیکن مؤرخ ازرقی نے تاریخ مکہ میں اور بعض دوسرے قدیم مؤرخین نے لکھا ہے کہ قصی بن کلاب نے دونوں فرزندوں کے حق میں مناصب کے مساوی تقسیم کرنے کی وصیت کی تھی، جو ان کی نسلوں میں برابر منتقل ہوتے رہے۔ عام اہل سیر اول الذکر روایت کو قبول کرتے ہیں اور دوسری روایت کی طرف توجہ تک نہیں کرتے۔ وجہ وہی خاندان رسالت کی محبت وعقیدت ہے۔[۳]

ہاشم بن عبد مناف کے بارے میں اسی طرح آتا ہے کہ انہوں نے اپنے فرزندوں کے نابالغ اور کم عمر ہونے کے سبب اپنے بھائی مطلب بن عبدمناف کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور ان کے حوالے سب کی پرورش اور تربیت وغیرہ کا کام کیا تھا۔

ہاشمی خاندان میں سب سے مشہور وصیت عبد المطلب بن ہاشم کی ہے کہ وہ خاصی معنی خیز ہے۔ تقریباً تمام قدیم وجدید سیرت نگاروں نے یہ لکھا ہے کہ عبدالمطلب ہاشمی نے مرتے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش اور تربیت کی وصیت اپنے فرزند ابوطالب کو کی تھی، محض اس بنا پر کہ وہ ’’حضرت عبداللہ کے حقیقی اور عینی بھائی تھے‘‘۔ جب کہ دوسری متعدد روایات بتاتی ہیں کی عبدالمطلب ہاشمی کے فرزند دوم زبیر بن عبدالمطلب ہاشمی اپنے باپ کے وصی تھے کہ اپنے بڑے بھائی حارث کے باپ کی زندگی میں مرنے کے سبب اولاد اکبر بن گئے تھے اور اس طرح جانشینِ پدر بنے۔ دوسری حقیقت بھی بالعموم نہیں بیان کی جاتی کہ زبیر بن عبد المطلب ہاشمی بھی حضرت عبداللہ کے حقیقی اور عینی بھائی تھے۔ ان تمام سیرت نگاروں کا انحصار اور ماخذ ابن اسحاق کی روایت ہے؛ لیکن یہ ابن اسحاق/ ابن ہشام دونوں کے شرف کی بات ہے کہ وہ ابوطالب کے حق میں

وصیت پدری کی روایت کوضعیف اور عام زعم وخیال کا درجہ دیتے ہیں۔ایک اور حقیقت بھی دوسری روایات سے سامنے آتی ہے کہ عبدالمطلب ہاشمی نے دونوں حقیقی چچاؤں- زبیر وابوطالب-کوتربیت وکفالت نبوی کی وصیت کی تھی۔ بہرحال مشہور عام روایت کی اسنادی حیثیت خاصی کم زور ہے۔[۴]

عہد نبوی کی وصیتیں

حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی ﷺ اپنے والدین ماجدین کے اکلوتے یتیم فرزند تھے، لہٰذا آپ کے اپنے مرحوم باپ کے وصی بننے میں کسی قسم کی اڑچن پیش آئی اور نہ روایات کا اختلاف ہی پیدا ہوسکا۔ یہ بھی تقدیر الٰہی کا فیصلہ اور حکیمانہ فیصلہ تھا کہ آپ کی کوئی نرینہ اولاد ہی نہ تھی کہ آپ کو وصیت کرنے اور اپنا وصی مقرر کرنے کی حاجت پیش آتی۔ چونکہ آپ سربراہ امت اور حاکم ریاست اسلامی بھی تھے، لہٰذا آپ کے وصی آپؐ کے اولین خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہوئے اور آپ نے بحیثیت خاتم النبیین اپنی پوری امت کو اپنے اکابر صحابہ کے ذریعہ دین پر قائم رہنے اور کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رہنے کی نبوی وصیت کی۔ شیعی نقطۂ نظر کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنا وصی مقرر فرمایا تھا، کتاب وسنت اور روایاتِ سیرت وتاریخ سے غلط ثابت ہوتا ہے۔ محققینِ حدیث وسیرت اور منصف مزاج سیرت نگاروں نے یہی نقطۂ نظر اپنایا ہے۔[۵]

رسول اکرم ﷺ بحیثیت سربراہِ امتِ اسلامی اور بحیثیت خاتم النبین بہرحال وصی بنتے رہے۔آپ کے متعدد صحابہ کرام نے آپ کو اپنا وصی مقرر کیا اور مختلف مقاصد سے آپ کو اپنا وصی بنایا۔

رسول اکرم ﷺ بحیثیت وصی

مکی دور حیات میں رسول اکرم ﷺ کے وصی بننے کی روایات نہیں ملتیں، یا صراحت سے ان کا ذکر نہیں آتا؛ لیکن یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ آپ اس دور میں بھی مختلف صحابۂ کرام اور اہل قرابت وقربت کے وصی مکرم بنے تھے۔ان میں سے حضرت خدیجہ رضی

اللہ عنہا سرفہرست معلوم ہوتی ہیں۔ وہ آپ کی زوجہ اولین بھی تھیں اور تجارت کی شریک بھی ۔۱۰ نبوی/ ۶۲۰ء میں ان کی وفات ہوئی تو ان کے وارث آپ ہی بنے تھے۔ اس کا بہر حال امکان ہے کہ وصی بھی بنے ہوں۔ دوسرے اہلِ قرابت میں رسول اکرم ﷺ کے بڑے حقیقی اور عینی چچا جناب زبیر بن عبد المطلب ہاشمی کی وفات بعثت سے کچھ قبل ہوئی۔ ان کے کم سن بچوں/ بچیوں کے ولی رسول اکرم ﷺ ہی تھے، خاص طور سے بعثت کے بعد ان کے اسلام لانے کی صورت میں۔ اسی حیثیت سے رسول اکرم ﷺ نے ان بچوں اور بچیوں کی شادیاں کی تھیں۔ اس کا مفصل ذکر ہم نے کہیں اور کیا ہے۔

دوسرے مکی صحابہ کرام اور اہلِ قرابت وقربت نے مکی دور میں انتقال کیا تھا۔ ان میں سے متعدد مسلم بھی تھے۔ ان کے اپنے عزیز وقریب زیادہ تر غیر مسلم تھے، لہٰذا اس کا امکان قوی ہے کہ ان مسلموں نے آپ ﷺ کو وصی بنایا ہو۔

بوقت ہجرت مدینہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب ؓ کو قریش کے لوگوں کی وہ مالی امانتیں واپس کرنے کے بعد ہجرت کی ہدایت فرمائی تھی۔ بعض روایات میں اس کو رسول اکرم ﷺ کی وصیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔[۶]

مدنی دورِ حیات میں بحیثیت وصی

حیاتِ نبوی کے دوسرے دور میں رسول اکرم ﷺ کے وصی بنائے جانے کی روایات زیادہ کثرت سے ملتی ہیں۔ ان کا سلسلہ آغاز دورِ مدنی سے ہی ہو جاتا ہے اور غالبًا رسول اکرم ﷺ کی وفات (۱۱ھ/ ۶۳۲ء) تک چلتا رہا۔ ان وصیتوں میں مختلف قسم کے معاملات وامور کا ذکر ملتا ہے اور وصی بنانے والے دونوں طبقات مسلمین-مہاجرین وانصار -سے تعلق رکھتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس سماجی حیثیت اور قانونی مرتبہ ومقام سے بھی اپنا عظیم اسوہ چھوڑا ہے۔

-خزرج/ بنو النجار کے سب سے بڑے اور عظیم مسلم سردار حضرت اسعد بن زرارہ ؓ تھے جو نقیب النقباء بھی تھے۔ ہجرت مدینہ کے سال ہی میں ان کا انتقال ہو گیا اور انھوں نے

اپنے انتقال سے قبل رسول اکرم ﷺ کو اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ ان کے تمام امور و معاملات میں وصی بنائے گئے تھے جن میں ان کے مال کی تقسیم و انتظام اور ان کی دختروں کی شادیاں وغیرہ شامل تھیں۔ ان کے علاوہ ان کے ورثہ کے دوسرے انتظامات کا بار بھی رسول اکرم ﷺ کے طاقتور کاندھوں پر تھا اور آپ نے بحسن وخوبی وصی ہونے کے تمام فرائض انجام دئے تھے۔ ۷

-مہاجرین میں سے حضرت عبداللہ بن جحشؓ بنو اسد/ سعد ہُذیم کے قبیلے سے تھے، مگر مکی بن گئے تھے۔ انہوں نے غزوۂ احد ۳ھ/ ۶۲۵ء میں جانے سے قبل اپنے نابالغ فرزند حضرت محمد بن عبداللہ بن جحشؓ کا وصی رسول اکرم ﷺ کو بنایا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے غزوۂ خیبر کی فتح کے بعد ۷ھ/ ۶۲۹ء میں ان کے لئے خیبر میں ایک آراضی خریدی تھی اور مدینہ کے سوق الدقیق (آٹے کے بازار) میں ان کو مکان کا ایک قطاع عطا فرمایا تھا. حضرت محمد بن عبداللہ بن جحشؓ کی ولادت ہجرت سے پانچ سال قبل یعنی ۶۱۷ء کے قریب ہوئی تھی۔ اس حساب سے وہ غزوۂ احد میں آٹھ سال کے تھے اور غزوۂ خیبر میں مال کی خریداری کے وقت بارہ سال کے ہو چکے تھے۔ اس ضمن میں یہ بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش اسدیؓ رسول اکرم ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب ہاشمی کے فرزند تھے اور حضرت ثُویبہؓ کی رضاعت کے سبب آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے ۔ ۸

-مشہور صحابی حضرت سہل بن سعد ساعدی خزرجیؓ کے والد ماجد حضرت سعد بن اسعد ساعدیؓ نے غزوۂ بدر کے لئے جاتے ہوئے روحاء نامی مقام پر وفات پائی اور اس سے قبل رسول اکرم ﷺ کے حق میں اپنے سامان، سواری کے علاوہ تین وسق جو کی وصیت کی جو رسول اکرم ﷺ نے قبول فرمالی؛ لیکن بعد میں ان کا مال ان کے وارثوں کے سپرد فرمادیا اور مال غنیمت سے ان کے لئے حصہٗ غازی بھی مقرر فرما کر ان کے وارثوں کو عطا فرمایا۔ روایات کے مطابق مرحوم ساعدی رسول اکرم ﷺ کے تین گھوڑوں - اللزاز، اللحاف، الظرب - کے نگراں تھے اور ان کے چارے پانی کا نظم کرتے تھے۔ ۹

-مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص زہریؓ حجۃ الوداع کے موقعہ پر سخت بیمار پڑے تو رسول اکرم ﷺ کو دورانِ عیادت یہ وصیت کی کہ ان کا سارا مال ان کی اکلوتی دختر کو دے دیا جائے۔ ان کی ایک اور وصیت کا ذکر احادیث میں بہت آتا ہے کہ پہلے انہوں نے سارا مال دوسروں کو دینے یعنی صدقہ کرنے کی وصیت کرنی چاہی تھی، لیکن رسول اکرم ﷺ نے صرف ایک تہائی مال صدقہ کرنے کی وصیت کی اجازت مرحمت فرمائی اور باقی مال اولاد کے لئے ترکہ میں چھوڑنے کی ہدایت کی اور یہی اسلامی قانون بن گیا کہ وقف یا غیر کے لئے صرف ایک تہائی مال کی وصیت ہی کی جاسکتی ہے۔ ان روایات میں رسول اکرم ﷺ کو وصی بنانے کی صراحت نہیں ملتی ہے، تاہم اس سے مراد یہی ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص زہریؓ رشتہ سے رسول اکرم ﷺ کے ماموں بھی لگتے تھے کہ بنوزہرہ/قریش کے خاندان سے تھے جو رسول اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب کا خاندان تھا۔[۱۰]

-حضرت سعد کے کافر بھائی عتبہ بن ابی وقاص زہری نے حضرت سعد بن ابی وقاص زہریؓ کو مرتے وقت وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا لڑکا ان کی اولاد ہے، لہٰذا اس کو ان سے لے لینا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت سعد نے اس لڑکے پر بھتیجے ہونے کا دعویٰ کر کے اپنی تولیت میں لینا چاہا تو حضرت عبد بن زمعہؓ نے کہا کہ وہ میرے باپ کا لڑکا اور میرا بھائی ہے۔ حضرت سعدؓ نے خدمت نبوی میں عرض کیا کہ میرے بھائی نے اس کے بارے میں وصیت کی تھی اور مجھ سے وعدہ لیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے متنازعہ لڑکے کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ وہ عبد بن زمعہؓ کے قبضہ و تولیت میں رہے گا، کیونکہ ان کے باپ کے بستر پیدا ہوا تھا، مگر ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہؓ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا تھا کہ وہ کافر عتبہ بن ابی وقاص کے مشابہ تھا۔[۱۱]

عہد نبوی کی دیگر وصیتیں

رسول اکرم ﷺ کی حیات بابرکات میں بہت سے صحابہ کرام کی وفات ہوئی اور ان میں سے متعدد نے اپنی وصایا چھوڑیں۔ ان میں وہ وصایا بھی شامل ہیں جن میں رسول

اکرم ﷺ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو وصی بنایا گیا تھا۔ان سے متعلق روایات کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

-حضرت ابو عقیلؓ نے عہد نبوی میں کسی وقت وفات پائی اوران کی بیوی حضرت ام عقیلؓ نے خدمت گرامی میں آکرعرض کیا کہ ان کے شوہر نے مرنے سے قبل اس اونٹ کو اللہ کی راہ میں دے دینے کی وصیت کی تھی، مگر وہ انتہائی لاغر ہے۔رسول اکرم ﷺ نے ان کو ہدایت کی کہ اے ام عقیل! عمرہ کرو، رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہوتا ہے۔۱۲

-مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعون جمحیؓ کی وفات ہجرت مدینہ کے بعد ہی ہوگئی تھی۔بعض روایات کے مطابق انہوں نے اپنے بھائی حضرت قدامہ بن مظعون جمحیؓ کو اپنا وصی بنایا تھا۔اس کا تھوڑا ذکر بعد میں آتا ہے۔۱۳

- بنو سلیم کے ایک صحابی قدد بن عمار سُلمیؓ نے رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے بعد بیعت کی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ وہ فتح مکہ کے موقعہ پر ایک ہزار کا لشکر لے کر آئیں گے، لیکن جب وہ نو سو سپاہ کے ساتھ روانہ ہوئے (سو سپاہی قبیلہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ دئے تھے) تو راستہ میں موت نے آلیا اور انہوں نے اپنے تین لوگوں - حضرات عباس بن مِرداس سُلمی، اخنس بن یزید سُلمی اور حیان بن حکم سُلمی -کو تین تین سو کے دستوں پر امیر مقرر کیا اوران کو لشکر اسلامی کی مدد کرنے کی وصیت کی۔بعد میں رسول اکرم ﷺ نے بقیہ سو سپاہیوں کو بھی طلب فرمالیا تھا اوران کو جہاد میں شرکت اور غنیمت کا ثواب عطا فرمایا تھا۔۱۴

- حدیث بخاری: ۲۷۸۰ اور دیگر احادیث وروایات کے مطابق بنو سہم/قریش کے ایک تاجر (گم نام) حضرات تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ تجارت کے لئے شام گئے۔سہمی تاجر مسلم تھے اور بقیہ دونوں حضرات اس وقت غیر مسلم تھے۔بہر حال سہمی تاجر کی اس دیار غیر مسلم میں وفات ہوگئی تو انہوں نے ان دونوں غیر مسلم داریوں کو وصیت کی کہ ان کا مال/ترکہ ان کے اصلی وارثین کو پہونچادیں۔اس کا واقعہ کافی طویل ہے اور سورہ مائدہ-۱۰۶ میں اسی کا ذکر وحوالہ ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور

دوسرے شارحین اور علماء نے اس کی تفصیلات فراہم کی ہیں اور اسی سے یہ اصول نکالا گیا ہے کہ غیر مسلم علاقے میں مسلم کی عدم موجودگی کی صورت میں غیر مسلموں کو وصی بنایا جا سکتا ہے۔ یہ عہد نبوی کا ایک اہم واقعہ ہے۔[۱۵]

خلافتِ اسلامی کی بعض وصایا

ایام جاہلی، دور نبوی اور دین حنیفی کی روایات وصیت کا سلسلہ خلافت اسلامی کے زمانے میں بھی نظر آتا ہے۔ ان میں متعدد خلفاء کرام بلکہ تمام تر خلفاء اسلامی کی وصیتیں شامل ہیں جو انہوں نے اپنے جانشینوں کو کی تھیں۔ ان کے علاوہ خلفاء کرام نے دوسرے اصحاب کو وصیتیں فرمائی تھیں، تاکہ اسلام اور اسلامی خلافت کے معاملات صحیح رہیں۔ عام صحابۂ کرام کی مختلف وصیتوں کا ذکر بھی ملتا ہے جو انہوں نے مختلف لوگوں کو مختلف معاملات کے بارے میں کی تھیں۔ ان صحابۂ کرام میں سے بعض نے خلفائے وقت کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور ان کے ذریعہ اپنی وصایا کو روبعمل لانے کی سعی کی تھی۔ بیش تر حضرات نے اپنے کسی معتمد، صاحبِ خیر اور عزیز و قریب کو وصی بنایا تھا اور تمام امور ان کے سپرد کر دئے تھے۔ کچھ حضرات بڑے معتمد اور مشہور وصی تھے کہ بیک وقت متعدد صحابہ کرام نے ان کو اپنے اہل و مال کا وصی مقرر کیا تھا۔ وصیت کی اقسام بھی خاصی متنوع نظر آتی ہیں۔ ان میں سے مرحومین کی بچیوں کی شادیوں کی وصیت اہم ترین سماجی رجحان اور معاشرتی قدر کو اجاگر کرتی ہیں، وقف اور مال کے لئے بھی مختلف وصایا ملتی ہیں، نماز جنازہ، تدفین کے بارے میں صحابۂ کرام کی وصایا ان کے سیاسی رجحان اور سماجی رویے کو بھی سامنے لاتی ہیں۔ آراضی، اسلحہ اور اموال کی وصایا میں بڑی گوناگونی نظر آتی ہے۔ ان کا تعلق اوقاف سے زیادہ ہے۔ بعض دلچسپ روایات یہ بتاتی ہیں کہ شاگردوں، عزیزوں اور دوسرے قریبی لوگوں نے اپنے بزرگوں کو وصیت کرنے کی درخواست کی تھی۔ ان تمام روایات و واقعات وصایا کو ان ہی مذکورہ بالا عناوین کے تحت بیان کرنے سے بحث کا یہ زاویہ زیادہ ابھرے گا۔ اس بحث میں خلفائے وقت کی اپنے جانشینوں کی نامزدگی وغیرہ

کے بارے میں وصیتوں کا ذکر نہیں کیا جا رہا ہے کہ وہ معلوم و معروف بھی ہے اور عام واقعۂ تاریخ بھی ہے۔

امامتِ نماز کی وصیت

رسول اکرم ﷺ کی مشہور حدیث اور آپ کے مرض الوفات کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لئے امامت نماز کی وصیت کی تھی۔ مشہور واقعہ ہونے کے سبب اس پر بحث کی ضرورت نہیں؛ لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر معمولی حالات میں ایسی وصیت کرنی بھی اسوۂ نبی کے مانند ہے اور حضرات صحابہ نے بسا اوقات اس پر عمل فرمایا تھا۔

-خلیفۂ دوم حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنی وفات کے وقت کسی ایک شخص کو خلیفہ یا جانشیں نامزد نہیں کیا تھا، بلکہ چھ اصحاب کرام پر مشتمل ایک جماعت مستحقین خلافت کی مقرر کر دی تھی اور وصیت کی تھی کہ ان ہی میں سے اگلے خلیفہ کا انتخاب کر لیا جائے اور ان کی وفات کے تین دنوں کے اندر اس انتخاب کو کر لینا ضروری ہے اور اس مدت میں حضرت صہیب رومیؓ کو نمازوں کی امامت کی وصیت کی تھی۔ امامتِ نماز پنجگانہ دراصل خلیفۂ اسلامی کا فرض منصبی بھی ہے۔ [۱۶]

نمازِ جنازہ کی وصایا

خلیفۂ وقت یا امیر شہر کا ایک فرض منصبی اسلامی خلافت میں یہ بھی ہے کہ وہ نماز جنازہ کی امامت کرے، بشرطیکہ اس میں سہولت و آسانی ہو؛ لیکن بعض غیر معمولی حالات میں یا اپنی پسند و ناپسند کی بنا پر حضرات صحابہ کرام میں سے متعدد نے خاص اصحاب کرام کو اپنی نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کر دی تھی۔ بسا اوقات نماز جنازہ کے سلسلے میں امیرِ شہر اور وارثین میت کے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا تھا۔ اس طرح کے ناگوار حالات سے بچنے کی خاطر نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کر دی جاتی تھی۔

-خلیفۂ دوم حضرت عمر بن خطابؓ کی وفات کے وقت چونکہ ان کا جانشیں خلیفہ

نامزد نہیں ہوا تھا، لہٰذا حضرت عمرؓ نے حضرت صہیب بن سنان رومیؓ کو وصیت کی تھی کہ نماز پنجگانہ کے علاوہ ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائیں۔ ۱۷

-حضرت عائذ بن عمرو مزنیؓ صالح صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ وہ بصرہ میں مکان بنا کر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ خلافت یزید بن معاویہ اموی کے دوران امارتِ عبیداللہ بن زیاد اموی کے زمانے میں ان کی وفات ہوئی۔ اس سے قبل انہوں نے وصیت کر دی تھی کہ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں، تاکہ امیر علاقہ عبیداللہ بن زیاد نہ پڑھا سکے:۔ ۱۸

- ان ہی صحابی مکرم یعنی حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کو ایک دوسرے صحابی حضرت عبداللہ بن مغفل مزنیؓ نے اپنی نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کی تھی۔ اتفاق سے ان کی وفات بھی خلافت یزیدی کے زمانے میں ابن زیاد کی امارت عراق کے دوران ہوئی تھی اور مرحوم صحابی نے بھی بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ غالباً ان کی وصیت کی وجہ بھی یکساں تھی۔ ۱۹

-حضرت ارقم بن ابی الارقم عبد مناف مخزومیؓ سابقین اولین میں تھے اور عظیم ترین صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ ۵۳ھ میں خلافت معاویہؓ کے دوران ان کی وفات تراسی سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ حضرت سعد بن ابی وقاص زہریؓ پڑھائیں جو اس وقت عقیق نامی مقام پر مدینہ سے ذرا دور سکونت پذیر تھے۔ جنازہ تیار ہو گیا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو آنے میں تاخیر ہوئی تو حضرت مروان بن حکم امویؓ امیر شہر مدینہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھانی چاہی کہ ایک غائب شخص کی خاطر صحابی کا جنازہ نہیں روکا جا سکتا۔ اس پر ان کے فرزند حضرت عبیداللہ بن ارقم مخزومیؓ نے حضرت مروان کے نماز جنازہ پڑھانے سے اختلاف کیا اور تمام بنو مخزوم ان کا ساتھ دیا۔ اس پر ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اسی دوران میں حضرت سعد بن ابی وقاص زہریؓ تشریف لے آئے اور انہوں نے حسب وصیت نماز جنازہ پڑھائی۔ ۲۰

-حضرت حسن بن علی بن ابی طالب ہاشمیؓ نے مشہور روایات کے مطابق اپنے

برادر خورد حضرت حسینؓ کو اپنا وصی بنایا تھا، یا ان کو اپنی نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کی تھی۔ یہ واقعہ حضرت ارقم مخزومیؓ کی نماز جنازہ کے واقعہ سے قطعی مختلف ہے۔ بہرحال حضرت حسنؓ کا نماز جنازہ تیار ہوگیا تو حضرت حسینؓ نے امیر شہر حضرت سعید بن العاص امویؓ کو نماز جنازہ کی امامت کرنے کے لئے آگے بڑھا دیا اور فرمایا کہ اگر یہ سنت نہ ہوتی تو میں آپ کو امامت نہ کرنے دیتا۔[۲۱]

-حضرت ابو ایوب انصاریؓ میزبان نبوی اور بزرگ ترین صحابی کی وفات غزوۂ روم کے دوران ہوئی جس کی بشارت رسول اکرم ﷺ نے دی تھی اور جس میں شرکت کرنے والے تمام لوگوں کی مغفرت کی بشارت بھی آپ ﷺ نے دی تھی۔ اسی بنا پر حضرت ابو ایوب انصاریؓ سمیت بہت سے صحابہ وصحابیات نے اس لشکر اسلام میں شرکت کی جس کے سالار خلیفہ وقت حضرت معاویہ بن ابی سفیان امویؓ کے فرزند وولی عہد یزید بن معاویہ اموی تھے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے سالار لشکر کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور دوسری تمام وصایا کے علاوہ ان کی نماز جنازہ پڑھانے اور دشمن علاقہ کے آخری حصہ میں دفن کرنے کی وصیت کی تھی۔ حضرت معاویہ اموی کے جانشیں نے ان تمام وصایا پر عمل کیا اور اسلامی روایت کی ایک روشن مثال قائم کی۔[۲۲]

-مشہور صحابی حضرت خباب بن الارت تمیمیؓ نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ یہ سنہ ۳۷ھ یعنی خلافت علی بن ابی طالبؓ کا واقعہ ہے۔ حضرت خبابؓ نے وصیت کی تھی کہ ان کی تدفین ظاہر الکوفہ (کوفہ کا باہری حصہ) میں کی جائے، کیونکہ کوفہ میں یہ رواج پڑ گیا تھا کہ لوگ اپنی میتوں کو اپنے گھروں کے صحنوں (افنیتھم) اور اپنے احاطوں کے دروازوں پر دفن کیا کرتے تھے اور ان پر خیمہ لگا دیا کرتے تھے۔ حضرت خبابؓ نے یہ دیکھ کر وصیت کی کہ ان کو عام قبرستان میں، جو کہ کوفہ کے باہر تھا، دفن کیا جائے۔ حضرت علیؓ نے صفین سے واپسی پر ان کی سنت کی پیروی کو سراہا۔[۲۳]

شادیوں کی وصیت

کم سن لڑکیوں کے والدین کو اپنی بچیوں کی شادی کی فکر شروع سے ستانے لگتی ہے ۔ یہ ایک فطری بات ہے ۔ نوجوان لڑکیوں کو چھوڑ کر مرنے والے باپ کو دوسرے خانگی امور کے علاوہ ان کی شادی کا خیال قبر تک ساتھ رہتا ہے ۔ اسی لئے وہ ہر زمانے میں اور ہر معاشرے میں اپنے وارثین، دوستوں اور عزیزوں کو ان کی بروقت شادی کرنے کی وصیت کر جاتے ہیں ۔ رسول اکرم ﷺ کو حضرت اسعد بن زرارہ خزرجیؓ نے دیگر امور کے علاوہ اپنی بچیوں کی شادی کی بھی وصیت کی تھی ۔ بعض دوسرے صحابۂ کرام کے ہاں بھی یہ روایت ملتی ہے ۔ ان میں سے متعدد حضرات وخواتین کو بجا طور سے یہ فکر رہتی ہے کہ ان کی بچیوں اور بیواؤں کی کسی غلط جگہ شادی نہ ہو جائے ۔ لہٰذا عہد نبوی میں بھی اور اس سے زیادہ خلافت اسلامی کے زمانے میں متعدد صحابۂ کرام نے مناسب رشتے کرنے کی وصیت کی تھی اور بعض میں تو وصایا کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے اور بعض صحابیات اور دیگر خواتین کی شادی کی وصیتوں کا ایک زریں سلسلہ ملتا ہے ۔

- حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہما رسول اکرم ﷺ کی چہیتی نواسی تھیں اور آپ کے بڑے داماد حضرت ابوالعاص بن ربیع عبشمیؓ کی دختر بلند اختر ۔ حضرت فاطمہ بنت رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علی بن ابی طالب ہاشمیؓ نے ایک روایت کے مطابق مرحومہ بیوی کی وصیت کے مطابق حضرت امامہ بنت ابی العاص عبشمیؓ سے شادی کر لی تھی ۔ حضرت امامہؓ کے والد ماجد حضرت ابوالعاص عبشمیؓ نے حضرت زبیر بن العوام اسدیؓ کو وصی بنایا تھا اور ان کو وصیت کی تھی کہ وہ ان کی دختر کی شادی کسی مناسب جگہ کر دیں اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو مناسب ترین سمجھا ۔ جب حضرت علیؓ زخمی ہو گئے اور زندگی کی امید نہ رہی تو ان کو خوف ستانے لگا کہ ان کے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیان امویؓ ان (حضرت امامہؓ) سے شادی کر لیں گے، لہٰذا حضرت علیؓ نے حضرت مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمیؓ سے وصیت کی کہ

ان کی بیوہ حضرت امامہؓ سے وہ خود شادی کر لیں اور حضرت مغیرہ بن نوفل ہاشمیؓ نے ان کی عدت ختم ہونے کے بعد ان سے شادی کر لی اور اس رشتہ سے ان کا فرزند یحییٰ نامی پیدا ہوا۔ حضرت مغیرہ بن نوفل ہاشمیؓ کے نکاح کے دوران ہی حضرت امامہ بنت ابی العاص عبشمی کا انتقال ہوا۔۲۴

صدقہ کی وصایا

متعدد صحابۂ کرام نے عہد نبوی میں بھی اور عہد خلافت راشدہ میں صدقہ/ مال کی وصیتیں اپنے اوصیاء کو کی تھیں۔ ان میں آراضی کے وقف شامل تھے، جیسے عہد نبوی میں حضرت عمرؓ نے ثمغ نامی آراضیِ خیبر فی سبیل اللہ وقف کی تھی، حضرت عثمان بن عفان امویؓ نے بئر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا اور رسول اکرم ﷺ کی بشارت پائی تھی اور حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے اپنی سب سے قیمتی زمین اور پسندیدہ آراضی بیر روحاء کو اپنے اعزہ کے لئے وقف کر دیا تھا اور ان سب کے لئے وصیتیں لکھ دی تھیں۔ ان میں شرائط وقف اور دوسری ضروری چیزیں بھی لکھ دی گئی تھیں۔ بعض صحابۂ کرام نے نقد رقوم صدقہ کرنے کی وصیت کی تھی اور دوسروں نے اپنے جانوروں کو صدقہ کرنے کی وصیت کر دی تھی۔

-حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ عظیم ترین صحابہ میں بھی تھے اور مال دار ترین تاجرانِ مدینہ میں بھی۔ سنہ ۳۱ھ میں اپنی وفات کے وقت انہوں نے اللہ کی راہ میں پچاسی ہزار دینار صدقہ کرنے کی وصیت کی تھی۔۲۵

ان کی وصیتِ صدقہ کی تفصیل بھی ملتی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے بدری صحابہ میں باقی ماندہ ہر صحابی کے لئے چار سو دینار کی وصیت کی۔ ان کی وفات کے وقت بدری صحابہ کی تعداد ایک سو تھی اور ان سب نے وہ رقم لے لی تھی اور وصیت کی رقم لینے والوں میں حضرت عثمان بن عفانؓ بھی شامل تھے جو بجائے خود ایک مال دار ترین صحابی اور اپنے وقت کے خلیفۂ اسلام تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن زہریؓ نے اللہ کی راہ میں ایک ہزار گھوڑے دینے

کی وصیت کی تھی، چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔

-حضرت حنظلہ بن حذیم بن حنیفہ المالکی تمیمی نے اپنے فرزند حضرت حذیم کو وصیت کی تھی اور سب سے پہلے اپنے زیر تربیت و پرورش یتیم کے لئے سو اونٹوں کی وصیت کی تھی، جو جاہلی اصطلاح میں المطیبہ کہلاتے تھے۔ یہ وصیت عہد نبوی کی ہے۔ ۲۶

مثالی اوصیاء

رسول اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ امت کے لئے نمونہ ہے۔ آپ ﷺ بعض صحابہ کے وصی رہے۔ اسی طرح بعض صحابۂ کرام اپنے دوسرے اصحاب کے وصی بنے تھے اور ان میں سے بعض حضرات تو مثالی وصی تھے۔ ان کو مثالی وصی اس لئے کہا گیا کہ متعدد صحابۂ کرام نے ان کو اپنا وصی بنایا تھا۔ ظاہر ہے کہ اتنے کثیر صحابہ کے وصی بنائے جانے کی وجوہ تھیں اور وہ اس کے سوا اور کچھ نہ تھیں کہ وہ مثالی اور معتبر ترین تھے۔ ان میں سرفہرست بلکہ سرخیل اوصیاء حضرت زبیر بن عوام اسدی قریشیؓ تھے۔ کم از کم سات صحابۂ کرام نے ان کو یکے دیگرے اپنا وصی مقرر کیا تھا، یہ ہشام بن عروہؒ کی روایت ہے۔ انہوں نے ان میں سے صرف چار صحابۂ کرام کے نام لینے کے بعد وغیرھم کہہ دیا ہے۔ اس روایت کے مطابق وصیت کرنے والے یہ چار صحابہ تھے:۔

- حضرت عثمان بن عفان امویؓ م ۳۵ھ
- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ م ۳۱ھ
- حضرت مقداد بن عمرو قضاعیؓ م خلافت عثمان بہ عمر ستر سال
- حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلیؓ م ۳۲ھ

حضرت زبیر بن عوامؓ کا حال یہ تھا کہ وہ ان صحابۂ کرام کی اولاد کی حفاظت و تربیت و پرورش کرتے تھے اور ان پر اپنا ذاتی مال خرچ کیا کرتے تھے، حالاں کہ ان میں متعدد کی اولادوں کے پاس ان کے باپ کے ترکہ میں کثیر دولت ملی تھی اور وہ بجائے خود مال دار تھے۔ ۲۷

-دوسرے مثالی وصی حسن اتفاق سے حضرت زبیر بن عوام اسدیؓ کے فرزند اکبر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے۔ان کو بھی کئی صحابہ کرام نے اپنا وصی بنایا تھا۔ان میں سے بعض بہت اہم شخصیات تھیں جن کا سیاسی وسماجی مرتبہ تھا۔ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمیؓ تھے جو خلافت عثمانی اور خلافت علوی میں بصرہ کے والی/گورنر رہے تھے۔ وہ اموی خاندان سے تھے اور حضرت عثمانؓ کے حامی ہونے کے سبب عثمانی طبقہ سے تھے اور واقعۂ جمل میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے۔ بعد میں وہ دمشق چلے گئے اور حضرت معاویہؓ کے زمانے میں پھر تین برس تک والیٔ بصرہ رہے۔حضرت معاویہؓ نے ان کی درخواست پر ان کو والیٔ بصرہ بنایا تھا، کیونکہ بصرہ میں بہت لوگوں کے پاس ان کے اموال تھے جو انہیں وصول کرنے تھے۔سنہ ۵۷ھ میں جب ان کی وفات ہوئی تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو وصی بنایا تھا اور کسی اموی کو وصی نہیں بنایا۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اموی مخالف تھے۔ انھوں نے حرمین میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔۲۸

-حضرت عبداللہ بن زبیر اسدیؓ کو وصی بنانے والی دوسری شخصیت حضرت حمنن بن عوف زہریؓ تھے جو مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ کے بھائی تھے۔ان کو کافی طویل عمر ملی۔ساٹھ سال جاہلیت میں گذارے اور ساٹھ سال اسلام میں۔ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی تو حضرت ابن زبیرؓ کو اپنا وصی مقرر کیا۔وہ مکہ ہی میں تاعمر رہے۔۲۹

-ان کو وصی بنانے والے تیسرے صحابی ثانی الذکر سے زیادہ مشہور ہیں اور وہ ہیں حضرت حکیم بن حزام اسدیؓ۔ وہ ان کے ہم خاندان بھی تھے اور حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کے بھتیجے اور مہتمم تجارت بھی تھے اور ان سب سے بڑھ کر وہ رسول اکرم ﷺ کے دوست تھے ۔انہوں نے بھی کافی طویل عمر پائی اور قریب قریب سو سال تک زندہ رہے۔انہوں نے حضرت ابن زبیرؓ کو اپنا وصی مقرر کیا تھا۔۳۰

خلفائے وقت کو وصی بنانا

بعض صحابۂ کرام نے اسوۂ نبوی کی اتباع میں اپنے زمانے کے خلفاء اسلام کو اپنا

وصی بنانا بہتر سمجھا تھا۔اس کی بعض مثالیں ملتی ہیں۔ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وصی بنانے والوں نے اپنی وصیت کے نفاذ کی صورت ان خلفاء کرام اور امیرانِ وقت کے انتظامی ہاتھوں میں دیکھی تھی۔ظاہر ہے کہ امرائے وقت بہ آسانی اور بہ حسن وخوبی وصایا کا حکیمانہ نفاذ کر سکتے تھے۔

-حضرت اسید بن حضیر اوسیؓ بڑے عظیم صحابی تھے۔شعبان ۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔انہوں نے خلیفۂ وقت حضرت عمر بن خطابؓ کو اپنا وصی مقرر کیا۔ان کی بقیع میں تدفین کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کی وصیت دیکھی تو ان پر چار ہزار دینار کا قرض پایا۔ حضرت عمرؓ نے ان کے باغ نخیل کے پھل مسلسل چار سال تک چار ہزار دینار میں فروخت کر کے ان کے قرض کو اتار دیا۔۳۱

غالبًا ان ہی اسباب ووجوہ سے حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے غزوۂ روم کے اموی سالار لشکر یزید بن معاویہؓ کو وصی بنایا تھا کہ ان کے جنازے کی دشمن علاقے کے آخری سرے پر تدفین ان کی قوت نافذہ کی محتاج تھی۔دوسرے اوصیاء چاہتے تو ان کی مرضی واجازت کے بغیر ممکن نہ تھا۔ اس کے علاوہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو اپنے سالار لشکر کی قیادت وصلاحیت اور ایمان داری پر بھروسہ تھا، ورنہ وہ تمام صحابۂ کرام اور تابعین عظام کو چھوڑ کر ان کو کیوں وصی بناتے۔۳۲

سب سے دلچسپ واقعہ وصیت حضرت ثابت بن قیس بن شماس خزرجیؓ کا ہے۔ وہ شاعر وخطیبِ قوم تھے۔۱۲ھ/۶۳۳ء کی جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔بہ وقت شہادت ان کے جسم توانا پر ایک بہت ہی قیمتی اور نفیس زرہ تھی۔ان کے لاشے کے پاس سے ایک مسلمان مجاہد کا گذر ہوا تو انہوں نے وہ زرہ اتار لی اور اپنے گھر چلے گئے جو کافی مسافت پر تھا۔اس دوران ایک مسلمان مجاہد کے خواب میں حضرت ثابت بن قیس خزرجیؓ آئے اور ان کو وصیت کی کہ وہ میری زرہ اس مسلمان سے لے کر خلیفہ/ امیر لشکر کے پاس پہونچا دیں اور ان سے کہیں کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے، وہ زرہ بیچ کر اسے ادا کر دیں۔ حضرت ثابتؓ نے نہ صرف اپنی زرہ کی متعین صفات بتائیں، بلکہ اس کے مقام اور شخص

کے اتے پتے سے بھی آگاہ کیا۔خواب دیکھنے والے مسلم مجاہد نے جاگنے کے بعد امیر لشکر حضرت خالد بن ولیدؓ کو سارا ماجرا کہہ سنایا اور انہوں نے حضرت ثابتؓ کی زرہ بازیاب کرلی ۔مسلم مجاہد اسے لے کر خلیفۂ وقت حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہونچا اور سارا قصہ سنا دیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے خواب کی بنا پر حضرت ثابت خزرجیؓ کی وصیت کا نفاذ فرما دیا۔اس واقعہ کے سوا ہمارے علم میں کوئی اور وصیت نہیں ہے جس کا نفاذ موت کے بعد کی گئی وصیت کی صورت میں کیا گیا ہو۔اس کی روایت حضرت انس بن مالکؓ کے علاوہ حضرت کے فرزندوں محمد، یحیٰ ،اور عبداللہ فرزندانِ ثابت نے کی ہے اور تینوں ائمہ سنن نے اس کی تخریج کی ہے۔۳۳

خلفاء کی وصایا صحابۂ کرام کو

وصایائے خلفاء وامراء کی ایک جہت یہ ہے کہ جس طرح صحابۂ کرام میں سے بعض نے خلفاء وقت کو اپنا وصی بنایا تھا اسی طرح بعض خلفائے اسلام اور امرائے وقت نے اپنے نجی معاملات وامور کا وصی دیگر صحابۂ کرام کو بنایا تھا جو ان کے عزیز قریب یا معتمد تھے اور جن کے جود وکرم ،محبت والفت وشفقت اور انتظام پر ان کو بھروسہ تھا۔ظاہر ہے کہ دیگر اوصیاء خلفاء وامراء کے منصبی جانشینوں کے علاوہ اشخاص تھے ۔جانشینوں کے سپرد صرف منصبی امور حکومت کئے جاتے تھے۔نجی معاملات کے لئے وہ خلفاء وامراء جانشیں کے علاوہ دوسرے اشخاص کو وصی بنا سکتے تھے اور بناتے تھے۔

-خلیفۂ دوم حضرت عمر بن خطابؓ نے روایات کے مطابق اپنے فرزند کے بجائے اپنی دختر ارجمند حضرت حفصہؓ کو اپنا وصی بنایا تھا۔اس کی خالص وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت حفصہؓ ام المؤمنین تھیں اور اس درجۂ عظمت وتوقیر پر ان کے فرزند فائز نہیں ہوسکتے تھے۔صنفی لحاظ سے بھی یہ بہت اہم تقرری ہے کہ ایک خاتون کو وصی مقرر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ کی وصیت کے مطابق حضرت حفصہؓ ان کے تمام اموال اور جائدادوں اور اوقاف کی بھی متولی/ وصی بن گئی تھیں ۔ان میں دوسرے اموال کے علاوہ غابہ کا وقفِ

عمری بھی شامل تھا۔ اس روایت میں خیبر کے وقفِ ثمغ وغیرہ کا ذکر نہیں؛ لیکن شاید وہ اس کی بھی نگراں تھیں جس طرح حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد آپ کا مصحفِ خاص حضرت حفصہؓ کے قبضے میں آیا تھا۔ حضرت حفصہؓ نے اپنے والد ماجد کے تمام اموال واوقاف وغیرہ کا وصی اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بنایا تھا۔ روایت میں یہ وضاحت ہے کہ حضرت حفصہؓ نے ان تمام چیزوں کا ان کو وصی بنایا تھا جن کا وصی حضرت حفصہ کو حضرت عمرؓ نے بنایا تھا۔۳۴

امرائے وقت میں حضرت زیاد بن ابی سفیان امویؒ کا ذکر خاص آتا ہے کہ کوفہ میں اپنی وفات کے وقت انہوں نے تین اشخاص کو اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ ان میں سے ایک حضرت منجاب بن راشد ضبیؓ تھے جو کوفہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور ان کے فرزند حضرت سہم بن منجاب ضبی کوفہ کے اشراف میں سے تھے اور راوی حدیث تھے۔۳۵

اولاد کو وصیتِ پدری

عام خیال ہے کہ اولاد کے حق میں وصیت کرنا لاحاصل ہے کہ وہ صاحبانِ میراث ہیں اور ان کے حصے مقرر ہیں، جیسا کہ کتاب اللہ کی سورہ نساء کی آیات کریمہ میں ان کا ذکر ملتا ہے، تاہم یہ خیال جزوی طور سے صحیح ہے۔ اولاد کے حصوں – اللہ تعالیٰ کے مقرر حصوں – میں رد و بدل کرنے سے متعلق وصیت بلاشبہ نہیں کی جاسکتی۔ لیکن ان حصوں کی تعیین اور دوسرے معاملات کے بارے میں بلاشبہ وصیت کی جاسکتی ہے اور واقعتاً کی بھی گئی ہے۔ متعدد صحابۂ کرام نے اپنی اولاد کو مختلف مالی واخلاقی معاملات میں وصیت کی تھی۔

– حضرت سعد بن عمارہ سعدی/ سعد بن بکرؓ نے حافظ ابن مندہ وابونعیم کے بقول اپنی وفات کے وقت اپنی اولاد کو جمع کیا اور ان کو وصیت کی ۳۶

– حضرت سعید بن العاص امویؓ نے ۵۹ھ میں وفات پائی۔ اس سے ذرا دیر قبل اپنے فرزندوں کو جمع کر کے ان سے پوچھا! تم میں سے کون میری وصیت قبول کرتا ہے؟۔ فرزند اکبر نے عرض کیا! میں، اے والد محترم! فرمایا ''میری وصیت میں قرض کا اتارنا شامل

ہے جو اسی ہزار دینار کی مالیت کا ہے۔فرزند کے استفسار پر کہ اتنا قرض کیوں لیا، وضاحت کی کہ ایک شخص کریم کے لیے، جس کی ضرورت پوری کی، ایک ایسے شخص کے لیے کہ جب میرے پاس آیا تو اس کا خون حیا کے مارے اس کے چہرے پر جھلک رہا تھا اور میں نے اس کی حاجت سوال کرنے سے پہلے پوری کردی۔

حضرت علقمہ بن علاثہ عامری کلابیؓ بنو ربیعہ بن عامر کے اشراف میں سے تھے اور اپنی قوم کے سردار تھے۔ان میں حلم وکرم، عقل وفرزانگی اور جود وسخا کوٹ کوٹ کر بھری گئی تھی۔ وہ وفات نبوی کے بعد مرتد ہوگئے تھے؛ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے ان کے ساتھ کریمانہ سلوک کیا اور وہ پھر مسلمان ہوگئے اور ان کا اسلام خالص اور مقبول ہوگیا۔حضرت عمر بن خطابؓ نے ان کو حوران کا گورنر (عامل) مقرر کیا تھا اور اسی منصب پر اسی شہر میں ان کی وفات ہوئی۔مشہور شاعر اور ہجو گو حضرت حطیہ ان کے کرم وجود سے متمتع ہوتے رہتے تھے۔وہ حضرت علقمہ کے پاس جارہے تھے کہ ملاقات سے پہلے ہی علقمہ نے وفات پائی۔لیکن حضرت علقمہ نے حضرت حطیہ کے لئے اپنے کسی فرزند کی طرح وصیت کی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ حضرت علقمہ کو رسول اکرم ﷺ نے کھانا کھلایا تھا ۳۸۔

-حضرت مالک بن ضمرہ ضمریؓ بعد میں کوفہ میں سکونت پذیر ہوگئے تھے اور وہیں وفات پائی۔ان کی بھتیجی کے بیان کے مطابق انہوں نے اپنے ہتھیار مہاجرین بنی ضمرہ کو دینے کی وصیت کی تھی، بشرطیکہ ان کا استعمال ''اہل بیت نبوت'' کے خلاف نہ کیا جائے۔ان کی وفات کا زمانہ حضرت معاویہؓ کی خلافت کا ہے اور اس وصیت کی شرط کی وضاحت کرتا ہے، کیونکہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اس سے قبل آویزش ہوچکی تھی اور مہاجرین وانصار دونوں خیموں میں بٹ گئے تھے۔ممکن ہے کہ مہاجرین بنی ضمرہ نے حضرت معاویہؓ کا ساتھ دیا ہو۔۳۹

-حضرت زبیر بن عوام اسدیؓ نے جنگ جمل میں شرکت سے قبل اپنے فرزند اکبر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنا وصی مقرر کردیا تھا، جیسا کہ ابن اثیر وغیرہ کا

بیان ہے۔[۴۰]

اولاد میں فرزندوں کو وصی بنانا عرب روایت اور اسلامی معاشرہ دونوں کی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ تاریخ عرب جاہلی سے اس کی مثالیں ملنی شروع ہوتی ہیں اور تاریخ اسلامی کے تمام ادوار میں بھی تلاش کی جا سکتی ہیں۔ اوپر چند مثالیں صرف اس قسم وصیت کو اجاگر کرنے اور ان میں سے بعض اہم ترین جہات کو بتانے کے لئے پیش کی گئی ہیں۔ ورنہ سچ پوچھئے تو ان کی ضرورت ہی نہیں۔

حواشی ومراجع

۱۔ بلاذری، انساب الاشراف ۱/ ۴۹؛ ابن اسحاق/ ابن ہشام، ۱۱۸:... وخزاعة تزعم ان حليل بن حبشيه اوصىٰ بذلك قُصيا ...''

۲۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ۱/۱۶۳: ''اس تعلق سے حلیل نے مرتے وقت وصیت کی کہ حرم کی خدمت قصی کو سپرد کی جائے''... سلیمان منصور پوری، رحمۃ العالمین، ۲/ ۶۱-۶۲ حاشیہ؛ ... تو قصی کے وقت میں خانہ کعبہ کی تولیت قریباً ۴۴۰ء میں ان کو عطا فرمائی۔ ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفی، ۱/ ۲۷: شراب سے پرہیز کرنے کی وصیت بحوالہ زینی دحلانؒ، مودودی، سیرت سرور عالم، ۲/ ۸۰

۳۔ بلاذری ۱/ ۵۳-۵۴؛ ابن ہشام ۱/ ۱۲۹-۱۳۰ ومابعد؛ شبلی ۱/ ۱۶۵ ومابعد؛ منصور پوری ۲/ ۶۲ ومابعد

۴۔ شبلی ۱/ ۱۷۶؛ کاندھلوی ۱/ ۸۷؛ مودودی ۲/ ۱۰۱: ''عبد المطلب کی وفات کے بعد بعض روایات کی رو سے ان کی وصیت کے مطابق اور بعض دوسری روایات کے مطابق از خود ابوطالب نے حضورؐ کو اپنی کفالت میں لے لیا''۔ سید ابوالحسن علی ندوی، السیرۃ النبویہ، ۱۰۳:'' وكان عبد المطلب يوصيه به فكان اليه ومعه ''؛ ودیگر کتب سیرت؛ ابن اسحاق/ ابن ہشام ۱/ ۱۷۹:.. وكان عبد المطلب - فيما يزعمون - يوصى به عمه ابا طالب ...'' مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو خاکسار کا مقالہ ''کفالت نبوی کی وصیت عبد المطلبی''، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جنوری - مارچ ۲۰۰۳ء

؛ص ۱۱-۲۸؛ الفرقان لکھنؤ، جنوری ۲۰۰۳ء، ص ۲۲-۲۸

۵ بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا الخ؛ حدیث: ۲۷۴۰، نیز ۴۴۶۰، ۵۰۲۲، نیز حدیث: ۲۷۴۱ واطراف؛ ۴۴۵۹، فتح الباری ۵/ ۴۳۷-۴۴۵ ومابعد کے مطابق حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی کو وصی نہیں بنایا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ کی بحث میں دیگر احادیث ودلائل ہیں؛

۶ اسد الغابہ ۴/ ۱۹: ''وأمره أن يؤدى عنه امانته ووصايا من كان يوصى اليه وما كان يؤتمن عليه من مال ..''

۷ ابن اثیر، اسد الغابہ ۵/ ۴۲۱، ۴۶۲، ۴۷۱: ... ''اوصى ابوامامه بأمي وخالتي الى رسول الله ﷺ/ كانت هى (زينب) واختاها فريعة واخرىٰ فى حجر رسول الله ﷺ أوصى بهن ابوهن الى رسول الله ﷺ فكان يحليهن الرعاث من الذهب/ ... نیز اسد الغابہ ۵/ ۱۴:

۸ اسد الغابہ ۴/ ۳۲۳-۳۲۴

۹ اسد الغابہ ۲/ ۲۶۸: ''... واوصىٰ للنبى صلى الله عليه وسلم برحله وراحلته وثلاثة اوسق من شعير فقبلها ثم ردها علىٰ ورثته''

۱۰ اسد الغابہ ۲/ ۲۷۴؛ بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالثلث، حدیث؛ ۲۷۴۴؛ فتح الباری، ۵/ ۴۵۲-۴۵۵ نیز دیگر احادیثِ باب وکتاب؛ ۲۷۴۲ جس پر زیادہ بحث حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہے، ۵/ ۴۴۵-۴۵۲؛

۱۱ بخاری، کتاب الوصایا، باب قول الموصی لوصیہ... الخ؛ حدیث: ۲۷۴۵ وغیرہ، فتح الباری ۵/ ۴۵۵ وغیرہ دوسرے ابواب، اسد الغابہ ۳/ ۳۶۸، نیز ۵/ ۱۰، خاکہ نافع بن عتبہ زہریؓ

۱۲ اسد الغابہ ۵/ ۶۰۴: ... ان ابا عقيل مات وأوصىٰ بهذا الجمل فى سبيل الله وانه اعجف ...

۱۳ اسد الغابہ ۴/ ۱۹۸؛ بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب مقدم النبی ﷺ؛ کتاب الشہادات، باب القرعۃ

۱۴ اسد الغابہ ۴/۲۰۰-۲۰۱

۱۵ بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ عز وجل: الخ؛ فتح الباری ۵/۵۰۰-۵۰۴: .. ان السهمي المذكور مرض فكتب وصيته بيده ثم دسها في متاعه ثم أوصىٰ اليهما ..'' اس قسم کے کئی تبصرے اور روایاتِ وصیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسد الغابہ ۳/۳۹۰-۳۹۱

۱۶ اسد الغابہ ۳/۳۴۲:

۱۷ اسد الغابہ ۳/۳۴۲ ''... وصهيب كان قد وصى اليه عمر بالصلاة عليه ويصلي بالناس الى ان يقوم خليفة ...''

۱۸ اسد الغابہ ۳/ ۹۸ ''... وأوصىٰ أن يصلي عليه ابوبرزة الاسلمي لئلا يصلي عليه ابن زياد ...''

۱۹ اسد الغابہ ۳/۲۶۴-۲۶۵: ...'' وصلّىٰ عليه ابوبرزة الاسلمي بوصية منه بذلك ...''

۲۰ اسد الغابہ ۳/۶۰: ...'' وأوصى ان يصلي عليه سعد بن ابي وقاص وكان سعد بالعقيق، فقال مروان: يُحبس صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم لرجل غائب وأراد الصلاة فابى عبيد الله بن الارقم ذلك على مروان وقامت معه بنو مخزوم ...''

۲۱ اسد الغابہ ۱/۱۵: ''...ووصى الى اخيه الحسين ولم يشهده احد من بني امية الا سعيد بن العاص، كان اميرا على المدينة، فقدّمه الحسين للصلاة عليه وقال: لولانها السنة لما قدمتك ...''

۲۲ اسد الغابہ ۲/۸۲ و ما بعد؛

۲۳ اسد الغابہ ۲/۱۰۰ او ما قبل و بعد؛

۲۴ اسد الغابہ ۵/ ۴۰۰: روایت میں ہے کہ حضرت امامہ کی اولاد ہی نہیں ہوئی اور نسل نبوی صرف حضرت فاطمہؓ سے چلی؛ نیز اسد الغابہ ۴/ ۴۰۷-۴۰۸، خاکہ حضرت مغیرہ بن نوفل ہاشمی جو خلافت حضرت عثمانؓ میں قاضی رہے تھے اور صحابی تھے۔

۲۵ اسد الغابہ ۳/ ۳۱۷: ...وأوصىٰ بخمسين الف دينار في سبيل الله قاله عروة بن الزبير''

۲۶؎ اسد الغابہ ۲/ ۵۷-۵۸، اس کا نفاذ نہیں ہوسکا، کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اسے پسند نہیں فرمایا تھا۔

۲۷؎ اسد الغابہ ۲/ ۱۹۸-۱۹۹، ۳/ ۲۶۰؛ ۴/ ۴۱۱) " وكان يحفظ على اولادهم مالهم وينفق عليهم من ماله "

۲۸؎ اسد الغابہ ۳/ ۱۹۱-۱۹۲

۲۹؎ اسد الغابہ ۲/ ۵۳

۳۰؎ اسد الغابہ ۲/ ۴۱-۴۲: ان کی عمر پر سب سے زیادہ بحث ہے۔

۳۱؎ اسد الغابہ ۱/ ۹۳، " فنظر عمر فى وصيته فوجد عليه أربعة آلاف دينار فباع ثمر نخلة اربع سنين باربعة آلاف وقضى دينه ـ "

۳۲؎ اسد الغابہ ۲/ ۸۲

۳۳؎ اسد الغابہ ۲/ ۲۲۹-۲۳۰:..." ولا نعلم احدا اجيزت وصيته بعد موته سواء ...الخ "

۳۴؎ اسد الغابہ ۵/ ۴۲۶

۳۵؎ اسد الغابہ ۴/ ۴۱۶:" وهو أحد الثلاثة الذين أوصىٰ اليهم زياد بن ابيه حين مات بالكونة ..." الخ

۳۶؎ اسد الغابہ ۲/ ۲۸۷-۲۸۸، " فلما حضرته الوفاة جمع بنيه وأوصاهم "، **وصیت** کی صراحت نہیں ہے۔

۳۷؎ اسد الغابہ ۲/ ۳۱۰-۳۱۱،..." قال : يا بُنىّ ! فى كريم سددت خلته ، وفى رجل جاء نى ودمه ينزوى فى وجهه من الحياء فبدأته بحاجته قبل ان يسألينها ... "

۳۸؎ اسد الغابہ ۴/ ۱۳

۳۹؎ اسد الغابہ ۴/ ۲۸۲:... " أوصىٰ عمى مالك بن ضمرة بسلاحه للمهاجرين من بنى ضمرة الا انه لا يقاتل به اهل بيت النبوة "

۴۰؎ اسد الغابہ ۲/ ۱۹۸-۱۹۹